ایمان والدین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مرتب

علامہ ڈاکٹر فیض احمد چشتی

تسہیل و تخریج اور اضافات

شبیر احمد راج محلی



ناشر: اعلیٰ حضرت فاؤنڈیشن ٹٹوالا کلیان مہاراشٹر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایمان والدین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مرتب
ڈاکٹر فیض احمد چشتی

حذف و اضافہ، تخریج و تسہیل
مولانا شبیر احمد راج محلی

ناشر
اعلیٰ حضرت فاؤنڈیشن ٹٹوالا کلیان مہاراشٹر

••••••••••••••••••••••••••••••

نام رسالہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ایمان والدین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
مرتب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔علامہ ڈاکٹر فیض احمد چشتی
حذف واضافہ، تخریج وتسہیل۔۔۔۔۔شبیر احمد راج محلی
کمپوزنگ۔۔۔۔ابوالفیض راج محلی/7766993992
اشاعت۔۔۔۔ماہ شوال المکرم ۱۴۴۲ھ/جون ۲۰۲۱ء
ناشر۔۔۔۔۔اعلیٰ حضرت فاؤنڈیشن ٹٹوالاکلیان مہاراشٹر

••••••••••••••••••••••••••••••

••••• ملنے کے پتے •••••

اعلیٰ حضرت فاؤنڈیشن ٹٹوالاکلیان مہاراشٹر 9892708816
ظہیرالدین منزل مٹیال راج محل جھارکھنڈ 7766993992

نوٹ!

ہم نے حتی الامکان تصحیح کی کوشش کی ہے، تاہم کہیں غلطی نظر آئے تو ہمیں مطلع فرمائیں تا کہ اصلاح کر لی جائے۔

فہرست

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

آغاز کلام

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباء وامہات یعنی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے لے کر حضرت آدم علیہ السلام تک اور حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا سے لے کر حضرت حوا علیہا السلام تک سب ہی موحد مومن ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ نسب میں کوئی مشرک یا کافر داخل نہیں ہیں۔

اس موضوع پر آیات قرآنیہ، احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور بعض علمائے ربانیین کے اقوال کی روشنی میں دلائل بیان کئے جارہے ہیں۔

آیاتِ قرآنیہ اور احادیث نبویہ سے اس استدلال کا مقصد یہ ہے کہ جہاں ایک مومن بندہ اس مسئلہ میں اپنے عقیدہ کو مضبوط کرے تو دوسری طرف وہ ان دلائل کو یاد بھی کرے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء وامہات کے ایمان پر اعتراض وتنقید اور سوال کرنے والوں کو مکمل طور پر جواب دینے کی صلاحیت اپنے اندر پیدا کرسکے۔

ایمان والدین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دلائل

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آبا (حضرت عبداللہ سے آدم علیہ السلام تک) اور امہات (حضرت آمنہ سے حضرت حوا علیہا السلام تک) سب کے ایمان دار ہونے پر پہلی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّن مُّشْرِكٍ۔ ترجمہ: اور بیشک مسلمان غلام مشرک سے اچھا ہے۔ (سورۃ البقرۃ پارہ ۲، آیت ۲۲۱،)

یہ مسئلہ بالکل قطعی، یقینی ہے کہ مسلمان چاہے حسب ونسب میں کتنا ہی کمزور

کیوں نہ ہو لیکن وہ کمزور مسلمان بھی اعلیٰ قوم و اولیٰ نسب والے مشرک سے ہزاروں درجہ افضل ہے۔

اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بُعِثْتُ مِنْ خَيْرِ قُرُونِ بَنِي آدَمَ، قَرْنًا فَقَرْنًا، حَتَّى كُنْتُ مِنَ الْقَرْنِ الَّذِي كُنْتُ فِيهِ«

ترجمہ: مجھے ہر قرن وطبقہ میں تمام قرون بنی آدم کے بہتر سے بھیجا گیا یہاں تک کہ اس قرن میں ہوا جس میں پیدا ہوا۔

(صحیح بخاری، کتاب المناقب، بَابُ صِفَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ج ٤، ص ١٨٩، حدیث نمبر ٣٥٦٧،)

اب اس حدیث پاک کو اور جو آیت پاک اوپر لکھی گئی دونوں کو ملایا جائے تو والدین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایمان کا عقیدہ اور دعویٰ بالکل واضح اور صاف ہو جائے گا۔

ذرا غور کریں آیت پاک میں فرمایا گیا ہے کہ مشرک سے مومن غلام بہتر و افضل ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پاک سے پتا چلا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خیر قرون سے ہیں۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایمان والوں کی پشت سے ہیں۔

اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

فَلَمْ يَزَلْ عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ سَبْعَةٌ مُسْلِمُونَ فَصَاعِدًا فَلَوْلَا ذَلِكَ هَلَكَتِ الْأَرْضُ وَمَنْ عَلَيْهَا "

یعنی: روئے زمین پر ہر زمانے میں کم سے کم سات مسلمان رہے ہیں، اگر ایسا نہ ہوتا تو زمین واہل زمین سب ہلاک ہو جاتے۔

(مصنف عبدالرزاق الصنعانی، بَابُ بُنْيَانِ الْكَعْبَةِ، ج ٥، ص ٩٥، حدیث نمبر ٩٠٩٩، اور یہ حدیث صحیح ہے شیخین کی شرط پر۔)

اب دونوں حدیثوں کو ملایا جائے تو نتیجہ نکلے گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے

آباء وامہات کا ایمان ثابت ہے۔

ذرا غور کریں! پہلی حدیث میں صاف طور پر فرمایا گیا کہ ''میں خیر قرون سے ہوں'' اور دوسری حدیث میں فرمایا کہ ''روئے زمین پر ہمیشہ کم از کم سات مسلمان رہے ہیں'' اور قرآن میں کہا گیا کہ: مومن غلام بھی مشرک سے افضل اعلیٰ ہے،

تو اب نتیجہ نکلا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ہمیشہ خیر سے خیر کی طرف منتقل ہوتا رہا اور خیر مومن ہوتا ہے، مشرک و کافر، خیر نہیں ہوتا۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سلسلہ نسب مومنین سے ہے مشرکین سے نہیں۔

اور شرعاً کافر ہرگز اس کا اہل نہیں ہوسکتا کہ وہ خیر قرن سے ہو۔ خیر قرن سے مومن ہی ہوسکتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں خیر قرن سے ہوں جیسا کہ اوپر حدیث بیان کردی گئی لہٰذا ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اصول (آباء وامہات) سب مومن ہیں۔

اب آگے دیکھیں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ۔ (سورۃ التَّوْبَة، آیت ۲۸، پارہ ۱۰،)

ترجمہ: مشرکین تو سراپا ناپاک ہیں۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

لم أزل أنقل من أصلاب الطاهرين إلى أحارم الطاهرات

(المواھب اللدنیۃ المقصد الاول ناشر دار المعرفۃ بیروت ج ۱ ص ٤ ۱۷، بحوالہ ابی نعیم عن ابن عباس)

ترجمہ: میں ہمیشہ پاک مردوں کی پشتوں سے پاک بیبیوں کے پیٹوں میں منتقل ہوتا رہا۔

آیت اور حدیث کو آپس میں ملایا جائے تو مطلب بالکل واضح ہوجائے گا کہ قرآن عظیم نے بلاشک مشرکین کے ناپاک ہونے کا فیصلہ فرمایا اور حدیث پاک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آباء وامہات کو پاک وطاہر فرمایا۔ اور

مشرکین ناپاک ہیں پاک نہیں ہو سکتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ابا و اجداد اور امہات وجدات پاک ہیں ناپاک نہیں ہو سکتے۔ پس نتیجہ یہ نکلا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء و اجداد اور امہات وجدات مومن موحد تھے، کبھی مشرک و کافر نہیں ہو سکتے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلٰكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ.

(سورۃ المُنَافِقُوْن، آیت ۸، پارہ ۲۸)

''اور عزت تو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں ہی کے لیے ہے مگر منافقوں کو خبر نہیں''

اس آیت کریمہ میں عزت و اکرام کا ''حصر'' اللہ تعالیٰ نے مومنین میں فرمایا۔ کافر چاہے جتنی اونچی قوم کا کیوں نہ ہو وہ ذلیل ولئیم ٹھہرا۔ اور نبی کا کسی ذلیل ولئیم کے پشت اور نسب سے ہونا کوئی مدح نہیں حالاں کہ اس آیت کریمہ کو اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام مدح میں نازل فرمایا۔ پس معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد اشرف تھے اور کافر و مشرک ہرگز عزت و شرف والے نہیں ہو سکتے۔ مومن موحد ہی اشرف و اکرم ہوسکتا ہے۔ کسی ذلیل و رذیل شخص کا نسب میں فخر کرنا عقلاً اور عرفاً باطل ہے بلکہ کافر آباء پر فخر کرنے کی ممانعت حدیث میں موجود ہے چناں چہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلیت کے عیوب کو اور (جاہلیت کے) باپ دادا پر فخر کرنے کی خصلت کو دور کر دیا ہے۔ تمام لوگ آدم کی اولاد میں ہیں اور آدم مٹی سے بنائے گئے تھے۔ مومن متقی ہے اور فاجر شقی ہے۔ لوگ ان پر فخر کرنے سے باز آجائیں۔ وہ جہنم کے کوئلوں میں سے کوئلہ ہیں، ورنہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک

سیاہ کیڑوں سے بھی زیادہ ذلیل ہوں گے۔۔

(شعب الایمان ج ٤ ص ٢٨٦، حدیث نمبر ٥١٢٧، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فضائل کریمہ کے بیان میں رجز اور مدح میں متعدد دفعہ اپنے آبائے کرام و امہات طیبات کا ذکر فرمایا، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نسبت پر فخر فرمایا ہے۔ چناں چہ حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان سے ایک شخص نے پوچھا: کیا تم غزوہ حنین کے دن بھاگ گئے تھے۔ انہوں نے کہا نہیں، اللہ کی قسم! رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے پیٹھ نہیں پھیری، لیکن آپ کے اصحاب سے کچھ نوجوان نکلے، جو بے سرو سامان تھے۔ ان کے پاس کسی قسم کا سامان نہیں تھا۔ وہ البتہ میدان چھوڑ گئے تھے۔ ان کا ہوازن اور بنو نصر کے بہترین تیراندازوں سے مقابلہ ہوا۔ وہ اس قدر ماہر تیرانداز تھے کہ ان کا کوئی تیر بمشکل خطا ہوتا تھا۔ اس وقت مسلمان رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف آئے۔ آپ سفید خچر پر سوار تھے اور آپ کے عم زاد حضرت ابو سفیان بن الحارث بن عبدالمطلب اس خچر کو ہنکا رہے تھے۔ آپ نے سواری سے اتر کر اللہ تعالیٰ سے مدد کی دعا کی پھر یہ شعر پڑھا:

"أَنَا النَّبِيُّ لاَ كَذِبْ، أَنَا ابْنُ عَبْدِ المُطَّلِبْ"

میں نبی ہوں یہ جھوٹ نہیں میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔

(صحیح البخاری حدیث نمبر ٢٩٣٠، صحیح بخاری ج ٤ ص ٣٠، حدیث نمبر ٢٨٦٤، بَابُ مَنْ قَادَ دَابَّةَ غَيْرِهِ فِي الحَرْبِ، صحیح مسلم حدیث نمبر: ١٧٧٦، سنن ترمذی حدیث: ١٦٨٨، سنن نسائی حدیث: ٦٠٥، مسند احمد ج ١ ص ٢٦٤، سنن للبیہقی ج ٩ ص ١٥٥، حلیۃ الاولیاء ج ٧ ص ١٣٢، کنز العمال حدیث: ٣٠٢٠٦، مشکوۃ حدیث: ٤٨٩٥، مجمع الزوائد ج ١ ص ٢٨٩، مصنف ابن ابی شیبہ ج ٨ ص ٥٢٧)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ شعر پڑھتے ہوئے سواری سے نزول فرمایا۔ دست مبارک میں ایک مٹھی خاک لے کر کافروں کی طرف پھینکی۔ وہ خاک تمام کافروں کی آنکھ میں پہنچی اور سب کے منہ پھر گئے۔ بعض روایات میں

شعر کا آخر یہ ہے کہ: أَنَا ابْنُ الْعَوَاتِكِ ’میں ان چند خواتین کا بیٹا ہوں جن کا نام عاتکہ تھا‘‘

(المعجم الکبیر للطبرانی ج ۷، ص ۱۶۸، حدیث نمبر ۶۷۲۴، مَنِ اسْمُہٗ سِیَابَۃُ)

بعض علما کے نزدیک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جدات میں نو بیبیوں کا نام عاتکہ تھا اور بعض کے نزدیک بارہ خواتین کا نام عاتکہ تھا، بعض روایات میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا نسب نامہ اپنے فضائل کریمہ میں اکیس پشت تک بیان فرمایا کہ میں نسب میں سب سے افضل اور باپ میں سب سے افضل ہوں۔

کسی مشرک یا کافر باپ دادا پر فخر کرنا جب نہ تو عقلاً جائز ہے اور نہ ہی عرفاً تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کیوں کر ممکن ہوسکتا ہے کہ معاذ اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم مشرک یا کافر باپ دادا کے نسب پر فخر فرمائیں، پس بحکم نصوص ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء وامہات مسلمین ومسلمات تھے۔

اب آگے ملاحظہ کریں! اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ إِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ۔

(سورہ ہُود، آیت ٤٦، پارہ ۱۲)

’’اے نوح! بے شک وہ تیرے گھر والوں میں شامل نہیں کیوں کہ اس کے عمل اچھے نہ تھے‘‘

آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مومن وکافر کا نسب قطع فرمادیا۔ اور حدیث شریف میں ہے:

نَحن بَنو النَّضر بن كنَانَة لَا نقفو أمنا وَ لَا ننتفي من أَبينَا

یعنی ہم نضر بن کنانہ کے بیٹے ہیں، ہم اپنے باپ سے اپنا نسب جدا نہیں کرتے‘‘

(مسند احمد، ابن ماجہ اور طبرانی وغیرہ میں، بحوالہ عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری ج ۱۶، ص ۷۳، کتاب المناقب)

اگر معاذ اللہ! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ نسب میں کوئی کافر تھا یا مشرک، تو نہ صرف اس نسبت کا اعلان کرنا بلکہ اس نسبت پر فخر کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء وامہات سب موحد مومن تھے لہٰذا ان پر فخر کرنا، ان کا نسب باقی رکھنا اپنی جگہ بالکل درست اور بجا ہے اور اس میں کوئی قباحت نہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ بنا کر دعا کی تھی:

وَ مِن ذُرِّیَّتِنَا أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّکَ

اور ہماری اولاد سے بھی ایک امت کو خاص اپنا تابع فرمان بنا۔''

(سورۃ البقرۃ، آیت ۱۲۸، پارہ نمبر ۱)

اور یہ دعا کی تھی:

رَبَّنَا وَ ابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولاً مِّنْهُمْ.

ان میں انہی میں سے (وہ آخری اور برگزیدہ) رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مبعوث فرما''

(سورۃ البقرۃ، آیت ۱۲۹، پارہ ۱)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوری ہوئی۔

اس سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسلم جماعت سے پیدا ہوئے اور اسی بات کو ہم ثابت کر رہے ہیں۔

اور ملاحظہ کریں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لَقَدْ جَاءَ كُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ۔

'بیشک تمہارے پاس تم میں سے وہ عظیم رسول تشریف لے آئے۔

(سورۃ التوبۃ آیت ۱۲۸، پارہ ۱۱)

ایک قراءت میں اَنْفُسِکُمْ کی ''ف'' کو فتحہ (زبر) کے ساتھ پڑھا جاتا

ہے یعنی اَنْفَسِکُمْ ،جس کے معنی یہ ہوئے کہ تمہارے پاس یہ عظمت والے رسول نفیس ترین جماعت میں سے تشریف لائے۔

اور کافر چوں کہ نفیس نہیں بلکہ خبیث ہیں۔تو معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد ماجدین اور جدات طاہرات اعلیٰ قسم کے مومن وموحد تھے۔وہ کفر وشرک کے تمام اقسام سے پاک ومبراء تھے۔

آگے اور ملاحظہ کریں اللہ رب العزت نے ارشادفرمایا:

الَّذِي يَرَاکَ حِينَ تَقُومُ،وَتَقَلُّبَکَ فِي السَّاجِدِينَ

جوآپ کو(رات کی تنہائیوں میں بھی) دیکھتا ہے جب آپ (نمازِ تہجد کے لیے) قیام کرتے ہیں اور سجدہ گزاروں میں (بھی) آپ کا پلٹنا دیکھتا (رہتا) ہے“

(سورۃ الشُّعَرَآء،آیت ۲۱۸ تا۲۱۹)

امام رازی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ:اس آیت کریمہ کا معنی یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور پاک ساجدوں سے ساجدین کی طرف منتقل ہوتا رہا۔

(مفاتیح الغیب المعروف بہ تفسیر رازی،سورۃ الشُّعَرَآء،آیت ۲۱۸ تا۲۱۹ کے تحت)،

تو یہ آیت اس پر دلیل ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب آباے کرام مسلمین تھے۔

اور ملاحظہ کریں اللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا:

وَلَسَوْفَ يُعْطِيکَ رَبُّکَ فَتَرْضَى۔

اور آپ کا رب عنقریب آپ کو (اتنا کچھ) عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے“

(سورۃ الضحیٰ،آیت ۵ ، پارہ ۳۰)

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وجاہت واجابت کا تو یہ عالم ہے کہ آپ کی امت کے حق میں رب فرماتا ہے:

إِنَّا سَنُرْضِيکَ فِي أُمَّتِکَ،وَلَا نَسُوءُکَ

قریب ہے کہ ہم تجھے تیری امت کے بارے میں راضی کردیں گے اور تیرا دل برا نہ کریں گے''

(مسلم شریف کتاب الایمان، ج۱،ص۱۹۱، حدیث نمبر ۲۰۲۸۷ -بَابُ دُعَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأُمَّتِهِ، وَبُكَائِهِ شَفَقَةً عَلَيْهِم

امت کے معاملے میں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ گوارا نہ ہو کہ میری امت جہنم میں جائے اس سبب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت کریں گے اور پروردگار عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کو رد نہ فرمائے گا تو کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ گوارا ہوگا کہ آپ کے والدین معاذ اللہ! جہنم میں رہیں۔

دوسری سب سے بڑی بات جو سمجھنے والی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کے ایمان کے حوالے سے وہ یہ ہے کہ نہ تو انہیں دعوت اسلام پہنچی اور نہ ہی انہوں نے زمانہ نبوت پایا۔ وہ دین ابراہیمی پر تھے، ان کے لیے عقیدہ توحید ہی کافی ہے۔ اور کسی ضعیف حدیث سے یا تاریخی روایات سے بھی ان کی طرف شرک کی نسبت ثابت نہیں ہے۔ الحمد للہ،

اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّى نَبْعَثَ رَسُولاً۔

ہم ہرگز کسی کو عذاب دینے والے نہیں ہیں یہاں تک کہ ہم (اس قوم میں) کسی رسول کو بھیج دیں''

(سورہ بَنِیْ إِسْرَآءِیْل آیت ۱۵، پارہ ۱۵)۔

معلوم ہوا کہ جب والدین کریمین کو دعوت ہی نہیں پہنچی تو عذاب کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا بلکہ وہ حضرات دین ابراہیمی پر تھے۔

اب آگے ملاحظہ فرمائیں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اللّٰہُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ

اللہ خوب جانتا ہے کہ اسے اپنی رسالت کا محل کسے بنانا ہے۔

(سورۃ الانعام، آیت ۱۲۴، پارہ ۸)

اللہ رب العزت سب سے زیادہ معزز ومحترم جگہ وضع رسالت کے لیے انتخاب فرماتا ہے لہٰذا کبھی کمتر قوموں اور رزیلوں میں رسالت، اللہ تعالیٰ نے نہیں رکھی۔ کفر وشرک سے زیادہ رذیل کونسی چیز ہوسکتی ہے اور اللہ تعالیٰ کیوں کر اس نور رسالت کو اس میں رکھے۔ کفار تو محلِ غضب ولعنت ہیں اور نورِ رسالت کے وضع کو محلِ رضا ورحمت کی ضرورت ہے۔ پس معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور اصلاب طیبہ سے ارحام طاہرہ کی طرف گردش کرتا ہوا حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور آمنہ رضی اللہ عنہا کے درمیان ظاہر ہوا۔ وہ سب کے سب کفر وشرک، الحادو بے دینی کی آلودگیوں سے پاک ومنزہ تھے۔

اور قرآن پاک میں ہے:

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا أُوْلَئِکَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ، إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُوْلَئِکَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ۔

بے شک جو لوگ اہلِ کتاب میں سے کافر ہوگئے اور مشرکین (سب) دوزخ کی آگ میں (پڑے) ہوں گے وہ ہمیشہ اسی میں رہنے والے ہیں، یہی لوگ بدترین مخلوق ہیں بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے وہی لوگ ساری مخلوق سے بہتر ہیں

(سورۃ البینۃ آیت ٦ اور ٧، پارہ ٣٠)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انا محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ھاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لؤی بن غالب بن فھر بن مالک بن

نضر بن کنانه بن خزیمه بن مدرکه بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان مافترق الناس فرقتین الا جعلنی الله فی خیر بهما فاخرجت من بین ابوی فلم یمسسنی شی من عهد الجاهلیة وخرجت من نکاح ولم یمسنی من سفاح اخرج من آدم حتی انتهیت نکاح ابی وامی فانا خیر کم نفسا وخیر کم ابا"

ترجمہ: میں ہوں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم۔۔۔(یوں اکیس پشت تک نسب نامہ مبارک بیان کر کے فرمایا) کبھی لوگ دو گروہ نہ ہوئے مگر یہ کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے بہتر گروہ میں پیدا کیا تو میں اپنے ماں باپ سے اس طرح پیدا ہوا کہ زمانہ جاہلیت کی کوئی بات مجھ تک نہ پہنچی اور میں خالص نکاح صحیح سے پیدا ہوا۔ آدم علیہ السلام سے لے کر اپنے ابوین تک تو میر انفس کریم سب سے افضل اور میرے باپ تم سب کے آباء سے بہتر"

(دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۱، ص ۱۷٤، باب ذکر شرف اصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ونسبہ، وتاریخ دمشق ابن عساکر، ج ۳، ص ٤٨، باب ذکر معرفۃ نسبہ وابراز الخلاف فیہ عن العالمین بہ،)

اس کی تائید میں یہ حدیث بھی ملاحظہ کریں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں، اللہ نے مخلوق کو پیدا کیا تو مجھے ان کے سب سے بہتر مخلوق میں کیا، پھر ان کے دو گروہ کئے تو مجھے ان کے بہتر گروہ میں کیا، پھر انہیں قبیلوں میں بانٹا تو مجھے ان کے سب سے بہتر قبیلہ میں کیا، پھر ان کے کئی گھر کیے تو مجھے ان کے سب سے بہتر گھر میں کیا اور شخصی طور پر بھی مجھے ان میں سب سے بہتر بنایا"

(ترمذی شریف ج ٥، ص ٥٨٤، حدیث نمبر ٣٦٠٨، ابواب المناقب، بَابٌ فِی فَضْلِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ،)

امام ترمذی علیہ الرحمہ کہتے ہیں یہ حدیث حسن ہے۔

آیت مذکورہ میں رب العزت نے کفار اور مشرکین کو شرالبریہ فرمایا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا: میں تم میں سے ذات اور باپ کے، اعتبار سے اور قبیلہ اور گھر کے اعتبار اچھا ہوں‘‘

پس یہ بات روز روشن سے بھی زیادہ روشن ہوگئی کہ نسب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں کوئی کافر مشرک داخل نہیں ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خیر (اب) ہونا کس طرح ثابت ہوسکتا ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی ودیگر محدثین فرماتے ہیں:

ان آبا النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم غیر الانبیاء وامھاتہ الی آدم وحوا لیس فیھم کافر لایقال فی حقہ انہ مختار ولا کریم ولا طاھر بل نجس وقد صدقت الا احادیث بانھم مختارون وان الآباء کرام والامھات طاھرات وایضا قال تعالی وتقلبک فی الساجدین علی احد التفاسیر فیہ ان المراد فنقل نورہ من ساجد الی ساجد.

’’نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ نسب غیر انبیا میں (کیوں کہ جتنے انبیاے کرام ہیں وہ تو انبیا ہیں ان کے ایمان پر تو کوئی کلام ہی نہیں کرسکتا) جس قدر آباء وامہات آدم وحوا تک ہیں ان میں کوئی کافر نہ تھا کہ کافر کو پسندیدہ، کریم یا پاک نہیں کہا جاسکتا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء و امہات کی نسبت حدیثوں میں تصریح کی گئی ہے کہ وہ سب پسندیدہ ہیں بارگاہ الٰہی میں، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء سب معزز اور بزرگی والے ہیں، آپ علیہ السلام کی مائیں سب پاکیزہ ہیں اور آیت کریمہ (**وتقلبك فی الساجدین**) کی بھی ایک تفسیر یہی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ایک ساجد سے دوسرے ساجد کی طرف منتقل ہوتا آیا‘‘

(الحاوی للفتاوی از علامہ جلال الدین سیوطی)

اب اس سے صاف ثابت ہورہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین ماجدین اہل جنت ہیں کیوں کہ ساجد مشرک وکافر نہیں ہوتے بلکہ مومن وموحد ہی ہوتے ہیں۔

والدین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایمان پر کیے جانے والے سوالات کے جوابات

اب یہاں ایک سوال جو کیا جاتا ہے وہ ملاحظہ فرمائیں!

سوال: قرآن کریم نے آزر کو ابراہیم علیہ السلام کا باپ بتایا ہے اور وہ تو بُت تراش تھے اس طرح تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ نسب میں مشرک آ گیا؟

جواب: اس کے متعلق عرض ہے کہ مفسرین واہل تاریخ کا اس پر اتفاق ہے کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا، باپ نہیں تھا۔ اور ترمذی میں حضرت ابو ہریرہ کی روایت سے حدیث موجود ہے کہ ”آدمی کا چچا اس کے باپ کی جگہ ہوتا ہے۔

(دیکھیں! سنن الترمذی اَبْوَابُ الْمَنَاقِبِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، بَابٌ: مَنَاقِبُ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، حدیث نمبر ۳۷۵۸)

نیز قرآن کریم میں صریح آیت موجود ہے جس میں چچا کو باپ فرمایا گیا۔ نیز قرآن کریم اصطلاحات عرب کے مطابق نازل ہوا۔ جیسے قرآن کی اس آیت پاک کو دیکھیں:

اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ ۙ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِيْ ؕ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ

جب یعقوب کو موت آئی جب کہ اس نے اپنے بیٹوں سے فرمایا میرے بعد کس کی عبادت کرو گے بولے ہم عبادت کریں گے اسے جو خدا ہے آپ کا اور آپ کے آباء ابراہیم واسماعیل واسحاق (علیہم السلام) کا ایک خدا۔

(سورۃ البقرہ آیت ۱۳۳، پارہ ۱)

اس آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت اسحاق علیہ السلام کو حضرت یعقوب علیہ السلام کا (اب) باپ بتایا گیا جب کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام حضرت یعقوب علیہ السلام کے رشتے میں چاچا ہوں گے، معلوم ہوا عربی زبان میں چچا کو بھی (اب) کہا جاتا ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد نہیں بلکہ چچا تھے۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد ماجد کا نام: تارخ ہے۔

(دیکھیں! البدایہ والنہایہ ج ا ص ۱۴۱، السیرۃ النبویہ، ص ۹)

اب ایک دوسرا سوال ملاحظہ کریں!

سوال: روایات سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین زندہ کئے گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے؟ تو اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین صاحب ایمان تھے تو ایمان لانے کا کیا مطلب؟

جواب: اولاً تو اس حدیث سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کا ایمان ثابت ہوتا ہے جو لوگ اب بھی ایمان کے قائل نہیں جواب تو ان کو دینا ہے، یہ حدیث ہمارے مقصد کے خلاف نہیں۔ ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کا دوبارہ زندہ کرنا اور ایمان لانا معاذ اللہ! اس لیے نہیں تھا کہ وہ کافر تھے، کیوں کہ ان کا کفر تو کسی ضعیف روایت سے بھی ثابت نہیں بلکہ ان کو اس لیے زندہ کیا گیا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا کر حضور کے شرف صحابیت سے مشرف ہوں اور خیر الامۃ میں داخل ہو جائیں۔ ان کا زندہ کرنا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا یہ تو مزید انعام واکرام کے لیے تھا ورنہ وہ پہلے ہی سے ملت ابراہیمی پر تھے۔ ان کا اہل ملت ابراہیمی سے ہونا ہی ان کی نجات کے لیے کافی ہے اس لیے کہ وہ تو احکام کے مکلف ہی نہیں تھے جس طرح کہ پہلے گزر

چکا ہے۔

اب ایک اور سوال جو کیا جاتا ہے وہ بھی ملاحظہ کریں!

سوال : حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو والدین کے لئے استغفار سے کیوں منع فرمایا گیا اگر وہ مومنین میں سے ہوتے تو استغفار سے منع نہیں کیا جاتا؟

جواب : حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو استغفار سے بھی رب العزت نے اس لیے منع فرمایا کہ آپ کے والدین گنہگار تھے ہی نہیں۔ اور استغفار تو گناہگاروں کے لیے ہوتا ہے اور گنہگار و مجرم وہ ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت توحید و احکام سے اعراض کرے اور انکار کردے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے لیے یہ دونوں امر ثابت نہیں۔

اب ایک اور سوال ملاحظہ کریں!

سوال : اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین مومنین میں سے ہیں تو فقہ اکبر کی عبارت ''ماتا علی الکفر'' ''ان کی موت کفر پر ہوئی'' سے کیا مراد ہے؟

جواب۔ نمبر ۱ : اول تو یہ مسئلہ اجتہادی نہیں کہ ہم اس میں کسی امام کی پیروی یا تقلید کریں۔

جواب : نمبر ۲ : یہ کہ فقہ اکبر کی عبادت میں تاویل کی جائے گی یعنی (ماتا علی عھد الکفر) یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کا زمانہ کفر میں انتقال ہوا اور یہ بات مسلّم ہے اس سے کوئی انکار نہیں۔

جواب نمبر ۳ : تیسری تاویل یہ ہے کہ (ماماتا علی الکفر) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کا کفر پر انتقال نہیں ہوا۔

جواب نمبر ٤ : چوتھا جواب یہ ہے کہ یہ عبارت بعض نسخوں میں سرے سے موجود ہی نہیں اس لیے ہمیں اس عبارت کی جواب دینے کی ضرورت ہی نہیں۔

خلاصہ کلام: یہ ہے کہ یہ مسئلہ اس قدر نازک ہے کہ اگر احتیاط ہاتھ سے نکل جائے تو ایمان سے محروم ہونے کا خطرہ ہے۔ذرا سوچیں! کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین ماجدین کے کفر کے متعلق (معاذ اللہ) قول کرنا کوئی آسان کام ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُولَ اللهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ،

اور جو لوگ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو (اپنی بدعقیدگی، بدگمانی اور بد زبانی کے ذریعے) تکلیف پہنچاتے ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے"

(التَّوْبَة، آیت ٦١، پارہ ١٠،)

عقلمند کو چاہئے کہ ایسی پرخطر جگہ احتیاط سے کام لے۔

حجۃ الاسلام امام غزالی علیہ الرحمہ احیاء العلوم میں فرماتے ہیں:

"کسی مسلمان کی طرف گناہ کبیرہ کی نسبت جائز نہیں جب تک تواتر سے ثابت نہ ہو"

(احیاء العلوم کتاب آفات اللسان الآفۃ مطبعۃ المشہد الحسین القاھرۃ ج ۳ ص ۱۲۵)

کفر کی نسبت کا معاملہ تو بہت ہی دشوار ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے قول سے سبق لیا جائے، فرماتے ہیں:

"اگر کسی میں ننانوے احتمالات کفر کے ہوں اور ایک ایمان کا تو اس کے لئے بھی کفر کی نسبت کرنا جائز نہیں"

("منح الروض الأزہر شرح فقہ الاکبر"، مطلب یجب معرفۃ المکفرات، ص ١٦٢)

اب جو لوگ خود کو مقلد بھی کہتے ہیں پھر پھر والدین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یمان کے قائل نہیں ان کے پاس امام اعظم علیہ الرحمہ کے اس ارشاد کا کیا جواب ہے؟ہَاتُوا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْن .'اگر تمہارے پاس کوئی برہان ہے اور تم سچے ہو تو وہ برھان لاؤ۔

کیا ایمان گوارہ کرتا ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ادنیٰ غلام تو جنت میں داخل ہوں اور جن کے نعلین پاک کے صدقے جنت بنی ان کے ماں باپ (معاذ اللہ) جہنم میں جائیں۔

کیا حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ حضرت مریم سے بھی کم ہیں؟ کیا یہ آپ کو پسند ہوگا کہ حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام اپنی والدہ کو جنت میں دیکھیں اور محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ وہاں نظر نہ آئیں؟ جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین ماجدین کے ناموں سے ہی پتہ چلتا ہے کہ وہ موحدین میں سے تھے۔

اس لیے اپنا تو یہ موقف ہے کہ یہ سارا باغ ہے اور وہی اس کے مالی ہیں۔ یہ کیوں کر ممکن ہے کہ مالی تو باغ کی فرحت و مسرت سے محروم ہو اور غیروں کے لیے بساط عیش و عشرت بچھا رہے۔

اب مزید نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین کے ایمان کے جو منکرین ہیں ان کے دلائل دیکھیں ساتھ جوابات بھی ملاحظہ کریں! حالاں کہ اوپر سوالات اور اس کے جوابات اختصار کے ساتھ نقل کیے جا چکے ہیں اب تفصیلاً ملاحظہ فرمائیں (یاد رہے اب آنے والی مکمل تحریر تسہیل کار کی ہے)

ایمان والدین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اعتراضات کرنے والوں کے دلائل کی توضیحات

(از قلم: شبیر احمد راج محلی)

میرے اسلامی بھائیو! ماقبل میں دی گئی دلیلوں سے ثابت ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین مومن و موحد تھے، اور الحمد للہ ہم اہل سنت و

جماعت کا یہی نظریہ اور عقیدہ ہے۔ لیکن کچھ لوگ اپنی تقریر وتحریر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کو کافر، مشرک، جہنمی، کہتے، اور لکھتے نظر آتے ہیں، اور ایسے لوگ ہمارے سادہ لوح مسلمان بھائیوں کو گمراہ کرنے کے لیے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کو مشرک ثابت کرنے کے لیے ایک دو حدیث پیش کرتے ہیں مندرجہ ذیل میں ان حدیث کے ساتھ ان کی توضیحات بھی ملاحظہ کریں! ان میں سے پہلی حدیث یہ ہے:

حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَيْنَ أَبِي؟ قَالَ: أَبُوكَ فِي النَّارِ". فَلَمَّا قَفَّى قَالَ: إِنَّ أَبِي وَأَبَاكَ فِي النَّارِ

(مسلم شریف، کتاب الایمان، بَابٌ: مَنْ مَاتَ عَلَى الْكُفْرِ فَهُوَ فِي النَّارِ، ج۱، ص۱۳۲، حدیث نمبر ۲۰۳، سنن ابی داؤد شریف کتاب السنہ، بَابٌ: فِي ذَرَارِي الْمُشْرِكِينَ، حدیث نمبر ٤٧١٨، مسند احمد، ج۲۱، ص۳۳۲، حدیث نمبر ١٣٨٣٤، مُسْنَدُ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میرا باپ کہاں ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا باپ جہنم میں ہے، جب وہ مڑ کر جانے لگا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **میرا باپ اور تیرا باپ دونوں جہنم میں ہیں۔**

اور مسند احمد میں ایک دوسری جگہ بھی یہ حدیث موجود ہے الفاظ میں تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ اور وہ یہ ہے:

حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ حَمَّادٍ، عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيْنَ أَبِي؟ قَالَ: فِي النَّارِ. قَالَ: فَلَمَّا رَأَى مَا فِي وَجْهِهِ، قَالَ: إِنَّ أَبِي وَأَبَاكَ فِي النَّارِ

(مسند احمد، ج۱۹، ص۲۲۸، حدیث نمبر ۱۲۱۹۲، مُسْنَدُ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ)

ترجمہ: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا: میرا باپ کہاں ہے؟ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا باپ جہنم میں۔ پھر جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے چہرے پر غم کے آثار دیکھے تو فرمایا: **میرا باپ اور تمہارا باپ دونوں جہنم میں ہیں۔**

اب اس حدیث کا سہارا لے کر کچھ لوگ کہتے ہیں کہ دیکھو! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا کہ میرا باپ اور تمہارا باپ جہنم میں ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین جہنمی ہیں (معاذ اللہ)

میرے بھائیو! آؤ اب اس حدیث کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں تو یاد رکھو کہ: اس حدیث میں (ابی) یعنی میرے باپ سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی والد حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نہیں بلکہ (ابی) یعنی میرے باپ سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا جناب ابو طالب ہیں، اور عرب کا عام طریقہ تھا کہ اہل عرب چچا پر (اب) یعنی باپ کا اطلاق کرتے تھے، یہاں تک کے چچا پر (اب) یعنی باپ کا اطلاق قرآن مجید میں بھی موجود ہے جس کا ذکر پہلے بھی کیا جا چکا ہے۔ اب پھر سے کیا جاتا ہے غور سے پڑھیں! آپ حضرات کو بخوبی معلوم ہوگا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت اسحاق علیہ السلام کے بیٹے ہیں اور حضرت اسحاق علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام دونوں بھائی ہیں اور یہ دونوں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے ہیں۔ تو اس لحاظ سے اسماعیل علیہ السلام حضرت یعقوب علیہ السلام کے چچا ہوئے، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت یعقوب علیہ السلام کے دادا ہوئے، لیکن قرآن مجید میں حضرت اسحاق علیہ السلام حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام تینوں کو حضرت یعقوب علیہ السلام کا باپ کہا گیا ہے چناں چہ قرآن مجید میں ہے:

اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِيْ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَ اِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا وَّ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ

(سورۃ البقرہ آیت نمبر ۱۳۲)

ترجمہ: جب یعقوب (علیہ السلام) کو موت آئی (اور) جبکہ اس (یعقوب علیہ السلام) نے اپنے بیٹوں سے فرمایا میرے بعد (تم لوگ) کس کی عبادت کرو گے؟ (تو یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں نے) کہا ہم عبادت کریں گے اس کی جو خدا ہے آپ کے آباء ابراہیم و اسماعیل و اسحاق (علیہم السلام) کا ایک خدا اور ہم اس کے حضور گردن رکھے ہیں،

اس آیت سے ثابت ہو گیا کہ باپ، چچا، دادا سب پر (اب) کا اطلاق ہوتا ہے۔اور حدیث شریف سے بھی چچا کو (اب) کہنا ثابت ہے مثلاً حدیث شریف میں ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"رُدوا علَیّ اَبِی" میرے باپ کو میرے پاس لوٹا دو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب المغازی، حدیث فتح مکہ، ج ۷، ص ۴۰۰، حدیث نمبر ۳۶۹۰۲)

تو ثابت ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا کہ: اِبِي وَأَبَاكَ فِي النَّارِ"، یہاں پر میرے باپ سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا جناب ابو طالب ہیں، اور جناب ابو طالب کے جہنم میں ہونے کے متعلق صریح حدیث موجود ہے چناں چہ حدیث میں ہے:

عَنِ الْعَبّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ قَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ هَلْ نَفَعْتَ أَبَا طَالِبٍ؟ فَإِنَّهُ كَانَ يَحُوطُكَ وَيَغْضَبُ لَكَ قَالَ: هُوَ فِي ضَحْضَاحٍ مِنَ النَّارِ، وَلَوْ لَا يَ لَفِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ (إسناده صحيح)

[مسند أبو یعلی الموصلی ،مسند أبی یعلی الموصلی ،ج ۱۲ص ،۷۸ حدیث نمبر ۶۷۱۵]

ترجمہ: یعنی: حضور نبی کریم صلی للہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی گئی کہ کیا حضور نے ابو طالب کو کچھ نفع دیا۔تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے انہیں دوزخ کے غرق سے پاؤں کی آگ میں کھینچ لیا۔

اس حدیث میں صراحت موجود ہے کہ آپ کے چچا جناب ابو طالب جہنم میں ہیں،اور ہم قرآن وحدیث سے ثابت کر چکے ہیں کہ چچا کو بھی (اب) باپ کہا جاتا ہے لہٰذا(ان ابی و ابیك فی النار) میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب مراد ہیں،اور بھی بہت سی احادیث موجود ہیں جس میں صراحت کے ساتھ جناب ابو طالب کے جہنم میں ہونے کی دلیل موجود ہے۔

ضروری نوٹ!

یہاں یہ بات بھی بتا تا چلوں کہ جناب ابو طالب جن کے جہنم میں ہونے اور کفر پر انتقال کرنے کی صراحت احادیث میں موجود ہے ان کے متعلق بھی اختلاف پایا جاتا ہے کہ وہ مسلمان ہیں یا کافر؟ جمہور اہل سنت کہتے ہیں کہ وہ کفر کی حالت میں انتقال کیے،اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اس مسئلہ میں سکوت کیا جائے،اور بعض لوگ جناب ابو طالب کے ایمان کے بھی قائل ہیں۔

چناں چہ علامہ سید محمود آلوسی حنفی لکھتے ہیں:

''ابو طالب کے اسلام کا مسئلہ اختلافی ہے،اور یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ تمام مفسرین کا یا تمام مسلمین کا اس پر اجماع ہے کہ (سورۃ القصص ۵۶ نمبر کہ) یہ آیت ابو طالب کے متعلق نازل ہوئی ہے''

(روح المعانی جز۲۰، ص۱۴۱-۱۴۳، دارالفکر بیروت،۱۴۱۷ھ،بحوالہ:تفسیر تبیان القرآن،سورۃ القصص آیت ۵۵ تا ۵۶ کی تفسیر کے تحت،از علامہ غلام رسول سعیدی علیہ الرحمہ)

اور علامہ احمد یار خان نعیمی اشرفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

''خیال رہے کہ ابوطالب کے ایمان میں اہل سنت میں اختلاف ہے۔(اور) حق یہ ہے کہ وہ شرعاً مومن نہ تھے''

(تفسیر نور العرفان سورۃ القصص آیت ٥٦ کی تفسیر کے تحت)

اور علامہ سید محمد احمد قادری لاہوری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

''لہٰذا ان (ابوطالب) کے معاملہ میں کف لسان ہی مناسب ہے''

(تفسیر الحسنات، سورۃ القصص آیت ٥٦ کی تفسیر کے تحت)

اور جناب ابوطالب کے ایمان کے قائلین ایک ضعیف روایت پیش کرتے ہیں۔ اور وہ روایت یہ ہے: از عباس بن عبداللہ بن معبد از بعض اہل خود از ابن اسحق، کہتے ہیں کہ: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جناب ابوطالب کی بیماری کے ایام میں ان کے پاس گئے تو آپ نے فرمایا: اے چچا! لا الٰہ الا اللہ پڑھیے، میں اس کی وجہ سے قیامت کے دن آپ کی شفاعت کروں گا۔ جناب ابوطالب نے کہا: اے بھتیجے! اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ میرے بعد تمہیں اور تمہارے اہل بیت کو یہ طعنہ دیا جائے گا کہ میں نے موت کی تکلیف سے گھبرا کر یہ کلمہ پڑھا ہے تو میں یہ کلمہ پڑھ لیتا اور میں صرف تمہاری خوشنودی کے لیے یہ کلمہ پڑھتا، جب ابوطالب کی طبیعت زیادہ بگڑی تو اس کے ہونٹ ہلتے ہوئے دیکھے گئے، حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ان کا کلام سننے کے لیے اپنے کان ان کے ہونٹوں سے لگائے، پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنا سر اوپر اٹھا کر کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! بیشک اللہ کی قسم! ابوطالب نے وہ کلمہ وہ پڑھ لیا ہے جس کا آپ نے ان سے سوال کیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے نہیں سنا۔

(سیرت ابن اسحاق ج١ ص ٢٣٨، مطبوعہ دار الفکر)

اتنی بات سمجھانے کا مطلب یہ ہے کہ ذرا غور کریں کہ جناب ابوطالب کے کفر پر صراحت کے ساتھ حدیثیں موجود ہیں، اور انہوں نے اعلان نبوت کا زمانہ

بھی پایا، اوران کوکلمہ پڑھنے تک کہا گیا،لیکن انہوں نے کلمہ توحید نہیں پڑھا، پھر بھی ان کے ایمان اور عدم ایمان کے بارے میں، اختلاف پایا جاتا ہے،تو بھلا بتائیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور والدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کفر وشرک پرتو ایک بھی صریح روایت موجود نہیں، اورانہوں نے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان نبوت کا زمانہ بھی نہیں پایا، وہ تو ملت ابراہیمی پر تھے،تب بھی نہ جانے کیوں کچھ لوگ غیر صریح حدیث جس کی تاویل ہوسکتی ہے اس کا سہارا لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کو جہنمی اور مشرک ثابت کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔

جب کہ کسی کو کافر یا مشرک کہنے کے لیے ایسی دلیل چاہیے جو قطعی ہواوراس دلیل کی دلالت بھی قطعی ہو۔اللہ سمجھ کی توفیق عطا فرمائے آمین،

قارئین! پھر سے آپ حضرات کو بتادوں کہ کل کتب احادیث میں ایک بھی روایت ایسی نہیں ملتی جہاں صراحت کے ساتھ لکھا ہو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جہنم میں ہیں یا وہ انہوں فلاں کفر وشرک کیا تھا، اگر کسی کے پاس ایسی کوئی صراحت ہے تو پیش کرے۔

اب ایک اعتراض اور دیکھیں کچھ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو(معاذ اللہ) کافرہ اور مشرکہ ثابت کرنے کے لیے کہتے ہیں کہ(سورۃ القصص کی ٥٦ نمبر) آیت کے شان نزول میں امام واحدی علیہ الرحمہ نے اپنی سند کے ساتھ یہ حدیث روایت کی ہے کہ:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان میں گئے،ہم بھی آپ کے ساتھ گئے۔آپ نے ہمیں بیٹھنے کا حکم

دیا، ہم بیٹھ گئے۔ پھر آپ چند قبروں سے گزر کر ایک قبر کے پاس گئے اور بڑی دیر تک مناجات کرتے رہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رونے لگے اور آپ کے رونے کی وجہ سے ہم بھی رونے لگے، پھر آپ ہماری طرف آئے، حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کو کس چیز نے رلایا تھا، ہم بھی گھبرا کر رونے لگے تھے۔ پھر آپ ہمارے پاس آکر بیٹھ گئے اور فرمایا: ''میرے رونے کی وجہ سے تم گھبرا گئے تھے؟ ہم نے عرض کیا جی ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے فرمایا: تم نے جس قبر کے پاس مجھے مناجات کرتے دیکھا تھا وہ (میری ماں حضرت) آمنہ بنت وہب کی قبر تھی، میں نے اپنے رب سے ان کی (قبر کی) زیارت کی (اجازت چاہی تو) اجازت نہیں دی اور یہ آیت نازل ہوئی: **نبی اور ایمان والوں کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ مشرکین کے لیے استغفار کریں خواہ وہ ان کے قرابت دار ہوں** (سورۃ التوبہ آیت نمبر ۱۱۳) پس بیٹے کے دل میں اپنی ماں کی وجہ سے جو رقت ہوتی ہے وہ میرے دل میں اپنی ماں کی وجہ سے طاری ہوئی اس وجہ سے میں رونے لگا۔

(اسباب النزول للواحدی رقم الحدیث: ۵۳۲، المستدرک ج ۲ ص ۳۳۶ بحوالہ تفسیر تبیان القرآن سورۃ القصص آیت نمبر ۵۶ کی تفسیر کے تحت)

اب اس روایت کا سہارا لے کر اعتراض کرنے والے کہتے ہیں دیکھو! اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت آمنہ (معاذ اللہ) مشرکہ تھیں، اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ (سورۃ التوبہ آیت نمبر ۱۱۳) کے شان نزول کے متعلق صحیح حدیث موجود ہے صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں اور وہ یہ ہے کہ:

حضرت سعید بن مسیب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب ابو طالب کی وفات کا وقت آیا تو ان کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، اور آپ نے ان کے پاس ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ بن المغیرہ کو

پایا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے چچا لا الہ الا اللہ کہیے، میں اس کلمہ کی وجہ سے اللہ کے پاس آپ کی شفاعت کروں گا، تو ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ نے کہا کیا تم عبدالمطلب کی ملت سے اعراض کرو گے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان پر مسلسل کلمہ توحید پیش کرتے رہے، اور وہ دونوں اپنی بات دہراتے رہے، حتیٰ کہ ابوطالب نے آخر میں یہ کہا کہ وہ عبدالمطلب کی ملت پر ہے اور لا الہ الا اللہ پڑھنے سے انکار کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں آپ کے لیے اس وقت تک استغفار کرتا رہوں گا جب تک کہ مجھے اس سے منع نہ کر دیا جائے۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ،

(سورۃ التوبہ آیت نمبر ۱۱۳)

نبی اور مومنین کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ مشرکین کے لیے استغفار کریں۔

اور اللہ تعالیٰ نے ابوطالب کے لیے یہ آیت نازل فرمائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا:

انک لا تھدی من احببت ولکن اللہ یھدی من یشاء

(سورۃ القصص آیت ٥٦)

بیشک آپ جس کو پسند کریں اس کو ہدایت یافتہ نہیں بنا سکتے، لیکن اللہ جس کو چاہے اس کو ہدایت یافتہ بنا دیتا ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب مناقب الأنصار، باب قصۃ ابی ابی طالب، حدیث نمبر ٣٨٨٤، صحیح مسلم، کتاب الایمان، اول الایمان قول لا الہ الا اللہ، رقم الحدیث: ٣٩، سنن النسائی رقم الحدیث: ٢٠٥٣، مسند احمد رقم الحدیث: ٤٧٠٤٢)

معلوم ہوا کہ سورۃ التوبہ آیت نمبر ۱۱۳ بھی جناب ابوطالب کے حق میں نازل ہوئی ہے نا کہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حق میں، اب رہی بات یہ کہ پھر وہ روایت جو (تفسیر اسباب النزول للواحدی رقم الحدیث: ٥٣٢، اور

المستدرک ج ۲ ص ۳۳۶) میں ہے اس کا کیا جواب ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس روایت کی سند ضعیف ہے، اس کی سند میں ابن جریج مدلس ہے اور ایوب بن ہانی ضعیف ہے۔ امام ذہبی نے بھی اس پر تعقب کیا ہے اور کہا ہے کہ ایوب بن ہانی ضعیف ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی لکھا ہے کہ ابن معین نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔

(تہذیب التہذیب ج۱ ص ۳۷۷، بحوالہ تبیان القرآن سورۃ القصص آیت ۵٦ کی تفسیر کے تحت)

اور سب سے اہم بات یہ کہ اس روایت کے برخلاف صحیح روایت موجود ہے جس میں صراحت کے ساتھ حضرت سیدتنا آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قبر کی زیارت کرنے کا ذکر ہے اور وہ حدیث یہ ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کی پھر آپ روئے اور جو لوگ آپ کے گرد تھے وہ بھی روئے، پھر آپ نے فرمایا: میں نے اپنے رب سے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کی اجازت طلب کی تو میرے رب نے مجھے اجازت دے دی، پھر میں نے اپنی والدہ کے لیے استغفار کرنے کی اجازت طلب کی تو مجھے اجازت نہیں دی پس تم قبروں کی زیارت کیا کرو، یہ تمہیں آخرت کی یاد دلاتی ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب الجنائز، بَابُ اسْتِئْذَانِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَبَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي زِيَارَةِ قَبْرِ أُمِّهِ، رقم الحدیث: ۹۷٦، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۲۳٤، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۱۵۷۲، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۳۱٦۹، مسند احمد ج ۲ ص ٤٤۱، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳٤۳، مطبوعہ کراچی، المستدرک ج۱ ص ۳۷۵)

اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت سیدہ آمنہ کی قبر پر کھڑے ہونے کی اجازت دی ہے، اگر حضرت آمنہ مشرکہ یا کافرہ ہوتیں (معاذ اللہ) تو قبر کی زیارت کی بھی اجازت نہ دی جاتی کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَلَا تَقُمۡ عَلٰی قَبۡرِهٖ اِنَّهُمۡ كَفَرُوۡا بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ وَمَا تُوۡا وَهُمۡ فٰسِقُوۡنَ۔

(سورۃ التوبہ: آیت نمبر ۸۴)

یعنی اے نبی! آپ ان کی قبر پر کھڑے نہ ہوں، بیشک انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور یہ نافرمانی کی حالت میں مرے۔

(تبیان القرآن)

اب رہا یہ اعتراض کہ اگر حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مومنہ تھیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت آمنہ کے لیے استغفار کی اجازت کیوں نہیں دی گئی؟ تو اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ غیر معصوم کے لیے استغفار کرنا موہم معصیت ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ کے لیے استغفار کیا جائے جس کی وجہ سے لوگوں کو یہ وہم ہو کہ آپ کی والدہ نے غلط اور ناجائز کام کیے تھے جس کی وجہ سے آپ کے لیے مغفرت طلب کرنے کی ضرورت پیش آئی۔

(ماخوذ از: تفسیر تبیان القرآن سورۃ التونہ آیت نمبر ۱۱۳، کی تفسیر کے تحت)

اب آخیر بات عرض کرتا ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کا نام ہی دیکھ لیں ان کے نام سے ہی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ کافر اور مشرک نہیں تھے والد کا نام: عبداللہ یعنی اللہ کا بندہ۔ والدہ کا نام: آمنہ امن میں رہنے والی یہ نام ہی بتاتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کفر وشرک سے پاک وصاف تھے۔

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو سمجھ کی توفیق عطا فرمائے آمین ثم آمین۔

گزارش! قارئین سے اپیل ہے اگر لکھنے میں کہیں غلطی نظر آئے تو ہمیں مطلع فرمائیں عین نوازش ہوگی تاکہ اصلاح کر لی جائے۔

(شبیر احمد راج محلی)